روزنامہ

ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FR-10

الفضل

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

بدھ 16 نومبر 2011ء 19 ذی الحج 1432 ہجری 16 نبوت 1390 ہش جلد 61-96 نمبر 258

اللہ قدوس ہے

اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ قدوس ہے۔ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔

(سورۃ الجمعہ آیت 2)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اصل بات یہی ہے کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی خالص محبت سے اس طرح پر لبریز ہو جاوے جیسے کہ عطر کا شیشہ بھرا ہوا ور خدا تعالیٰ اس سے خوش ہو جاوے۔ یہ مراد اگر مل جاوے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی مراد نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سے ایسا قرب اور تعلق ہو کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کا تخت گاہ ہو تو یہ ناممکن ہے کہ یہ اس کے انوار و برکات سے مستفیض نہ ہو اور اس کا کلام نہ سنے۔

اگر چاہتے ہو کہ اس کا کلام سنو تو اس کا قرب حاصل کرو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ اصل مقصود تمہارا یہ نہ ہو۔ ورنہ میرا اپنا یہی مذہب ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی محبت کی غرض اصل تو یہ ہوئی کہ الہام ہوں یا کشوف ہوں اور پھر باریک طور پر اس کے ساتھ نفسانی غرض یہ ملی ہوئی ہوتی ہے کہ اس سے ہماری شہرت ہو۔ لوگوں میں ہم ممتاز ہوں۔ ہماری طرف رجوع ہو۔ یہ باتیں صافی تعلقات میں ایک روک ہو جاتی ہیں اور اکثر اوقات شیطان ایسے وقت پر قابو پا لیتا ہے۔ وہ باریک نفسانی غرض کو پالیتا ہے۔ پھر نفسانی خواہشیں بھی آنے لگتی ہیں اور اس طرح پر آخر موقعہ پر شیطان ہلاک کر دیتا ہے۔ اس لئے نہایت امن کی راہ یہی ہے کہ انسان اپنی غرض کو صاف کرے اور خالصتاً رو بخدا ہو۔ اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو صاف کرے اور بڑھائے اور وجہ اللہ کی طرف دوڑے۔ وہی اس کا مقصود اور محبوب ہو اور تقویٰ پر قدم رکھ کر اعمال صالحہ بجا لاوے۔ پھر سنت اللہ اپنا کام آپ کرے گی۔ اس کی نظر نتائج پر نہ ہو بلکہ نظر تو اسی ایک نقطہ پر ہو۔ اس حد تک پہنچنے کے لئے اگر یہ شرط ہو کہ وہاں پہنچ کر سب سے زیادہ سزا ملے گی تب بھی اسی کی طرف جاوے۔ یعنی کوئی ثواب یا عذاب اس کی طرف جانے کا اصل مقصد نہ ہو۔ محض خدا تعالیٰ ہی اصل مقصد ہو۔ جب وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اس کی طرف آئے گا اور اس کا قرب حاصل ہوگا تو یہ وہ سب کچھ دیکھے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہ گزرا ہوگا اور کشوف اور خواب تو کچھ چیز ہی نہ ہوں گے۔ پس میں تو اس راہ پر چلانا چاہتا ہوں اور یہی اصل غرض ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 77)

نماز میں لذت اور ذوق حاصل کرنے کی دعا

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

’’**نماز کیا چیز ہے۔ نماز دراصل ربّ العزّۃ سے دُعا ہے** جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اُس وقت اُسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی۔ اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذّت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے۔ اسی طرح پھر گریہ و پکار کی لذت آئیگی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائیگی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تا کہ صحت حاصل ہو اِسی طرح اسے بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دُعائیں مانگنا ضروری ہیں۔ اِس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذّت اور ذوق پیدا ہو یہ دُعا کرے کہ:۔

اے اللہ! تو مجھے دیکھتا ہے کہ مَیں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور مَیں اس وقت بالکل مُردہ حالت میں ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئیگی تو مَیں تیری طرف آ جاؤنگا۔ اُس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔ تُو ایسا شعلۂ نُور اِس پر نازل کر کہ تیرا اُنس اور شوق اِس میں پیدا ہو جائے۔ تُو ایسا فضل کر کہ مَیں نابینا نہ اُٹھوں اور اندھوں میں نہ جا مِلوں۔

جب اِس قسم کی دُعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اُس پر ایسا آئیگا کہ اِس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اُس پر گرے گی جو رقّت پیدا کر دیگی۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 615-616)

(بسلسلہ تعمیل فیصلہ جات مجلس شوریٰ 2011ء
مرسلہ نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ)

مرسلہ :نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں موجود فارسی کلام اور اس کا اردو ترجمہ

(روحانی خزائن جلد 21)

مجلس شوریٰ 2011 کے فیصلہ کے مطابق امسال مطالعہ کے لئے روحانی خزائن جلد 21 مقرر کی گئی ہے۔احباب جماعت کی سہولت کے لئے اس جلد میں موجود فارسی کلام کا اردو ترجمہ پیش ہے۔

فارسی		اردو ترجمہ
آسماں بارِ امانت نتوانست کشید		آسمان امانت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکا
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند		آخر قرعۂ فال مجھ دیوانے کے نام ہی نکلا

(ص239)

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را		اب تو اپنی غلطی پر ہزاروں عذر پیش کرے
مرشوئے کردہ را نبود زیب دختری		لیکن شادی شدہ عورت کے لیے کنوارپن کا دعویٰ زیب نہیں دیتا

(ص104)

اگر در خانہ کس است حرفے بس است		اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے

(ص268)

آں ترک عجم چوں زمئے عشق طرب کرد		وہ عجمی معشوق جب عشق کی شراب سے سرشار ہوگیا
غارت گریئے کوفہ و بغداد و حلب کرد		تو اس نے کوفہ اور بغداد اور حلب سب کو لوٹ لیا
صد لالہ رخے بود بصد حسنِ شگفتہ		سینکڑوں سرخ پھولوں جیسے چہروں والے حسین پھولوں کی طرح کھلے ہوئے تھے
نازاں ہمہ را زیر قدم کرد عجب کرد		اس نے ناز سے سب کو مات کردیا، عجیب کام کیا

(ص224)

واعظاں کیں جلوہ برمحراب ومنبر مے کند		واعظ جو کہ محراب ومنبر پر دکھائی دیتے ہیں
چوں بخلوت مے روند آں کارِ دیگر مے کنند		جب وہ خلوت میں جاتے ہیں تو اس کے الٹ کام کرتے ہیں

(ص235)

بمردی کہ نا زیستن مرد را		شرم سے مرجانا مرد کے لیے
بہ از زندگانی بترکِ حیا		حیا ترک کردینے کے بعد زندہ رہنے سے بہتر ہے
جہنم کزو داد فرقاں خبر		جہنم کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے
بسوزد درو کاذبِ بدگہر		جھوٹ بولنے والا بدذات اسی میں جلے گا

(ص173)

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد		جب تک کسی اللہ والے کا دل نہیں کڑھتا
ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد		خدا کسی قوم کو ذلیل نہیں کرتا

(ص223)

صورت گر دیبائے چیں روصورتِ زیباش بیں		اے چینی منقش کپڑے کے مصور جا اس کی خوبصورت شکل دیکھ
یا صورتے برکش چنیں یا توبہ کن صورت گری		یا ویسی ہی تصویر بنا یا مصوری سے توبہ کرلے

(ص225)

لطفِ اُو ترکِ طالباں نہ کند		اس کا لطف طالبوں کو ترک نہیں کرتا
کس بہ کارِ رہش زیاں نہ کند		جو کوئی اس کی راہ میں کام کرتا ہے نقصان نہیں اٹھاتا
ہر کہ آں راہ جُست یافتہ است		ہر کہ جس نے اس راہ کو تلاش کیا پالیا ہے

تافت آں رو کہ سر نتافتہ است		منور ہوگیا وہ چہرہ جس نے روگردانی نہیں کی

(ص232)

یکے بر سر شاخ و بُن مے بُرید		ایک شخص شاخ پر بیٹھا تھا اور اس کی جڑ کو کاٹ رہا تھا

(ص252)

یکے نیک خلق و خَلَقْ پوش بود		ایک خوش خُلق اور گدڑی پوش شخص تھا
کہ در مصر یک چند خاموش بود		جو مصر میں ایک مدت سے چپ تھا
جہانے برو بود از صدق جمع		ایک دنیا صدق سے اس کے پاس جمع تھی
چو پروانہ ہا وقتِ شب گرد شمع		جیسے رات کے وقت شمع کے گرد پروانے
شبے در دلِ خویش اندیشہ کرد		ایک رات اس نے اپنے دل میں سوچا
کہ پوشیدہ زیرِ زبان است مرد		کہ آدمی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے
اگر ماند فطنت نہاں در سرم		اگر ذہانت وفطانت میرے سر میں ہی مخفی رہی
چہ دانند مردم کہ دانش ورم		تو لوگ کیسے سمجھیں گے کہ میں عقل مند ہوں
سخن گفت و دشمن بدانست و دوست		اس نے گفتگو کی اور دشمن ودوست نے جان لیا
کہ در مصر ناداں تر از وے ہموست		کہ مصر میں سب سے نادان وہی ہے
حضورش پریشاں شد و کارزشت		اس کے پاس حاضر لوگ بکھر گئے اور کام بگڑ گیا
سفر کرد و بر طاقِ مسجد نوشت		وہ وہاں سے چل دیا اور مسجد کے محراب پر لکھا
در آئینہ گر روئے خود دیدمے		اگر میں اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھ لیتا
بہ بیدانشی پردہ ندریدمے		تو بےوقوفی سے میں اپنا پردہ چاک نہ کرتا

(ص182، 183)

اِسۡمَعُوۡا صَوۡتَ السَّمَاءِ جَآءَ الۡمَسِیۡح جَآءَ الۡمَسِیۡح		آسماں کی آواز سنو کہ مسیح آگیا، مسیح آگیا
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار		اور زمیں سے بھی آمدِ امام کامگار کی خوشخبری سنو
آسماں بارد نشان الوقت می گوید زمیں		آسمان سے نشان برس رہے ہیں اور زمین کہہ رہی ہے کہ یہی وقت ہے
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار		یہ دو گواہ میری تصدیق کی خاطر بےقراروں کی طرح اعلان کررہے ہیں

(ص132)

آنانکہ بر دعاویِ ما حملہ ہا کنند		وہ لوگ جو ہمارے دعووں پر حملے کرتے ہیں
وز راہِ جہل عربدہ ہا برملا کنند		اور جہالت کے باعث خواہ مخواہ ہم سے جنگ کرتے ہیں
گر یک نظر کنند دریں نسخۂ کتاب		اگر وہ (انصاف کے ساتھ) اس کتاب کو پڑھیں
ہست ایں یقیں کہ ترکِ عناد و اِبا کنند		تو یقین ہے کہ دشمنی اور انکار چھوڑ دیں گے
باور نمی کنم کہ نیایند عذر خواہ		مجھے یقین نہیں کہ وہ میرے پاس عذر کرتے ہوئے نہ آئیں
ویں امر دیگر است کہ ترکِ حیا کنند		ہاں یہ اور بات ہے کہ شرم وحیا کو ہی ترک کردیں

(ٹائٹل پیج براہین احمدیہ حصہ پنجم)

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
مطبع: ضیاء الاسلام پریس
مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ
قیمت 5 روپے

مکرم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب

بیرونی ممالک روانگی اور بعض رہائشی مسائل

موجودہ حالات میں ہر شخص کی خواہش اور تمنا ہے کہ وہ دنیا کے دوسرے ممالک میں جا کر آباد ہوجائے۔ کوئی مغرب کی طرف رخ کر رہا ہے تو کوئی مشرق کی طرف اور اپنے وطن سے بہت دور کسی علاقے میں جا کر ہمیشہ کے لئے بس پڑتا ہے۔ وسائل حمل ونقل بھی اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ صرف ایک ہی دن میں دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچا جاسکتا ہے اور اگلے ہی دن واپس بھی آیا جاسکتا ہے۔ سفر کے کرائے بھی پہلے زمانوں کی نسبت سستے ہوچکے ہیں اور ہر ملک کی ہوائی کمپنیاں مسافروں کی تلاش میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتی رہتی ہیں اور سستے سے سستا ٹکٹ بیچنے کی فکر میں رہتی ہیں یہاں تک کہ ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے کسی دفتر میں بھی جانا نہیں پڑتا گھر بیٹھے ہی انٹرنیٹ پر سیٹ مل جاتی ہے۔ وہیں پر کارڈ کے ذریعے ٹکٹ کی قیمت ادا ہوجاتی ہے اور چھپا چھپایا ٹکٹ کمپیوٹر سے نکل آتا ہے اور اسی شام مسافر اپنے سفر پر روانہ ہوجاتا ہے۔ تو یہ تو سہولتیں ہیں جو آج کے ترقی یافتہ دور میں میسر ہیں لیکن بہت سی دقتیں بھی ہیں۔

سب سے پہلی دقت تو ویزا کے حصول کی دقت ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک اپنے ہاں کسی غیر کو گھسنے ہی نہیں دیتے۔ ویزے کی فیس کے طور پر بڑی بڑی رقمیں بٹوری جاتی ہیں۔ پھر تحقیقات کرائی جاتی ہیں جو بعض اوقات لمبے عرصے تک مکمل نہیں ہوتیں۔ اور اِن تحقیقات کی تکمیل کے بعد ویزا دینے سے انکار کردیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات ویزا جاری کرنے والا افسر اس بنا پر انکار کرتا ہے کہ تم ہمارے ملک میں جا کر واپس نہیں لوٹو گے اور اس لئے تم کو ویزا نہیں دیا جا سکتا۔ تحقیقات کے دوران مسافر کے بنک اکاؤنٹ دیکھے جاتے ہیں۔ کاروبار اور جائداد کا جائزہ لیا جاتا ہے اور اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ تمہارے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں تم چند دن بھی گزارہ کرسکو۔ تم رہو گے کہاں؟ کھاؤ گے کیا؟ بیمار ہوگئے تو علاج کیسے کراؤ گے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے ملک میں جا کر تم بھکاری بن جاؤ؟ جاؤ ہم تمہیں ویزا نہیں دیتے۔

بعض لوگوں کے عزیز رشتہ دار ان ممالک میں پہلے سے ہی رہتے ہیں اور وہ اپنے ملک کی حکومت سے رابطہ کر کے اپنے آنے والے عزیزوں کی ضمانت دیتے ہیں تو پھر وہاں رہنے والے رشتہ داروں کی تحقیقات کا دفتر کھل جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کہیں ضمانت دینے والا شخص غیر قانونی طور پر تو ملک میں نہیں رہ رہا ہے؟ یہ ہمارے ملک میں پہنچا کیسے؟ اس کے پاس کس مالیت یا کرائے کا مکان ہے؟ یہ کیا کماتا ہے؟ گھر میں کتنے کمرے ہیں؟ خاندان کے افراد کی کیا تعداد ہے؟ کتنے بچے ہیں؟ غرض ایک لمبا سلسلہ ہے جن امور کی تحقیقات کرائی جاتی ہے اور پھر حالات کے مطابق کبھی تو ویزا دے دیا جاتا ہے اور کبھی انکار بھی ہوجاتا ہے۔

بعض لوگ ملازمت کا ویزا لے کر بیرون ملک جاتے ہیں۔ ان پر نظر رکھی جاتی ہے کہ کہیں قانون کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہے؟ وہی کام کر رہے ہیں جس کے لئے آئے ہیں؟ اسی کمپنی کے لئے کام کر رہے ہیں جس کے لئے آئے ہیں؟ پاسپورٹ اپنی تحویل میں رکھا جاتا ہے۔ صبح صبح بس میں سوار کرا کے کام کی جگہ لے جایا جاتا ہے اور سارے دن دھوپ اور گرمی میں سخت محنت کا کام کروایا جاتا ہے۔ دوپہر کو مختصر وقت کے لئے کھانے کی چھٹی ہوتی ہے اور شام کو پھر اسی طرح بس میں سوار کر کے سونے کے لئے واپس رہائش گاہ پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ گویا ایک قید و بند کی زندگی ہے۔ ترقی یافتہ دور کی غلامی، نہ گھر کا آرام، نہ تسلی سے کھانا پینا، بیمار پڑ جائیں تو کوئی تیماردار نہیں اور مر جائیں تو کوئی سوگ منانے والا نہیں۔ بقول شاعر؎

پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

غرض یہ ان میں سے بعض لوگوں کا حال ہے جو مزدوری کے کام کے ویزے پر بیرونی ممالک خاص طور پر افریقہ یا شرق اوسط میں جاتے ہیں۔

پھر ویزے کی ایک اور قسم وہ ہے جو ترقی یافتہ ممالک تعلیم حاصل کرنے کے لئے دوسرے ملکوں کے باشندوں کے لئے جاری کرتے ہیں۔ تعلیم تو بہت اچھی چیز ہے اور اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن تھوڑا سا تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی دراصل ایک قسم کی تجارت ہی ہے۔ ان ترقی یافتہ ممالک کے تعلیمی ادارے اپنے اخراجات خود پورا کرتے ہیں چنانچہ کچھ رقم تو ان کو اپنے ملک کے طلباء سے مل جاتی ہے جو قرضوں یا عطایا جات کے ذریعے سے اپنی فیسیں ادا کرتے ہیں۔ لیکن اگر تعلیمی ادارہ پھر بھی اپنے اخراجات میں خود کفیل نہ ہوسکے تو وہ دوسرے ممالک کے طلباء کو تعلیم دے کر ان سے ان اخراجات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور حکومت اس سلسلے میں تعلیمی ویزوں کا اجراء کر کے ادارے کی مدد کرتی ہے۔ باہر سے آنے والوں کو یہ تو پتہ چل جاتا ہے کہ فیسیں بہت مہنگی ہیں لیکن وہ یہ سوچ کر کہ خالی وقت میں کوئی کام کر کے فیس کا انتظام ہو سکے گا تعلیمی ادارے میں داخلہ لے لیتے ہیں اور ویزا مل جاتا ہے لیکن بعض دفعہ ایسے ویزے کی شرائط میں یہ شرط بھی ہوتی ہے کہ طالب علم ملک میں کوئی ملازمت نہیں کرے گا چنانچہ ویزے کی شرائط کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں پکڑے جانے قید ہونے، مقدمہ چلنے، ویزا منسوخ ہونے اور ڈیپورٹ ہونے کے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب علم کی تعلیم مکمل ہوجاتی ہے اور وہ اپنی ڈگری لے کر واپس ملک میں آجاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ جو ڈگری اس نے حاصل کی ہے اس کی اپنے ملک میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے بلکہ جس ملک سے وہ ڈگری ملی تھی وہاں بھی وہ بیکار ہے اور اس کی بنیاد پر اسے کوئی ملازمت وغیرہ نہیں مل سکتی۔

دوسرے ممالک میں جانے والوں میں سے کچھ لوگ ویزا حاصل کرنے کے لئے ایجنٹوں سے مدد لیتے ہیں اور کثیر رقم خرچ کر کے ویزا لگواتے ہیں۔ اکثر دفعہ تو یہ کوششیں کامیاب ہوجاتی ہیں لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ویزا اور سفر کے اجازت نامے وغیرہ جعلی ہوتے ہیں اور ایجنٹ تو مشکل وقت میں ادھر ادھر ہوجاتا ہے لیکن بیچارہ مسافر ائرپورٹوں پر کھنچا کھنچا پھرتا ہے، قید کیا جاتا ہے اور بڑی بے عزتی سے ملک سے نکالا جاتا ہے۔ لیکن ایسے لوگ جو ویزا لگوانے کے بعد نئے ملک میں پہنچ جاتے ہیں انہیں آنے کیساتھ ہی نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ ائرپورٹوں پر آنے والے مسافروں کی لمبی لمبی قطاریں امیگریشن، کسٹم اور صحت کے عملے کی جانچ پڑتال کیلئے لگی ہوتی ہیں۔ آنے والوں کی تصویریں لی جاتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں کی انگلیوں کے نشانات محفوظ کئے جاتے ہیں۔ ویزے اور دوسرے کاغذات کی پڑتال ہوتی ہے۔ ضرورت ہو تو چھاتی کا ایکسرے کیا جاتا ہے۔ سیکیورٹی کا عملہ ہر قسم کے سوالات کی بوچھاڑ کرتا ہے۔ تم اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ کتنے دن ٹھہرو گے؟ کہاں رہو گے؟ کتنی رقم لائے ہو؟ کب واپس جاؤ گے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ہر طرح پوری تسلی کرنے کے بعد ملک میں داخل ہونے کی مہر لگا کر اور واپسی کی تاریخ درج کر کے داخل ہونے کی اجازت ملتی ہے اور آنے والا اطمینان کا سانس لے کر شہر میں داخل ہوتا ہے۔

اب اسے نئے مسائل کا سامنا ہے۔ پہلا مسئلہ ٹرانسپورٹ کا ہے۔ ائرپورٹ سے رہائش گاہ تک کیسے پہنچے گا؟ اگر تو اس کا کوئی عزیز رشتہ دار قریب ہی کہیں رہتا ہو اور اسے لینے کے لئے آ بھی سکتا ہو تو اس کی یہ مشکل حل ہوگئی اور وہ اس کے ذریعے سے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ جائے گا ورنہ اس کام کے لئے اسے ٹیکسی یا پبلک ٹرانسپورٹ (بس یا ریل گاڑی) کا انتظام کرنا ہوگا۔ کتنا کرایہ ہوگا؟ کیا اس کے پاس مقامی کرنسی ہے اور اگر ہے تو کتنی ہے کیا وہ ان اخراجات کا متحمل ہوسکتا ہے؟ اگر مقامی کرنسی اس کے پاس نہیں ہے تو مقامی کرنسی اسے کہاں سے ملے گی یہ اور اسی قسم کے سوالات اسے پریشان کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں انٹرنیٹ اور ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ وغیرہ نے ان مشکلات کو حل کردیا ہے۔ کارڈ کے ذریعے ہر اچھے ائرپورٹ پر مقامی کرنسی نکالی جاسکتی ہے۔ کارڈ کے ذریعہ کار کرائے پر لی جاسکتی ہے اور ٹیکسی اور ہوٹل کے بل ادا کئے جاسکتے ہیں۔ ان کی قیمتیں بھی اکثر آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور غریب ملکوں سے آنے والوں کے ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں۔ امیر ملکوں سے آنے والے بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ہر چیز کس قدر سستی ہے۔ 'ارے بھائی سنو تو یہاں تو ڈبل روٹی صرف ایک پاؤنڈ قیمت پر مل رہی ہے' یا دوسرے ملک میں جانے والا کہے گا 'چار ڈالر کا گیلن پٹرول ہے' غرض اپنے اپنے تجربات کے مطابق ہر ایک کا تاثر الگ الگ ہوگا۔ کوئی انگلینڈ کو سستا کہے گا کیونکہ وہ جاپان سے آیا ہے۔ کوئی امریکہ کو سستا کہے گا کیونکہ وہ انگلینڈ سے آیا ہے۔ کوئی سب کو مہنگا کہے گا کیونکہ وہ پاکستان سے آیا ہے۔

رہائش کے معاملے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مہمان کا تصور یا اپنی رہائش گاہ کو کسی اور فرد کے ساتھ شریک کرنے کا تصور ان ممالک میں معدوم ہوچکا ہے۔ ہاں پیسے لے کر گھر میں رکھنے کا تصور خوب ترقی پر ہے۔ دور کے رشتہ داروں کی بات تو بالکل الگ ہے کوئی سگا بھائی یا سگی بہن بھی ہو تو اسے مشورہ دیا جاتا ہے کہ بھائی ہمارے گھر میں تو جگہ نہیں غسل خانہ غیر تسلی بخش ہے شادی پر تو آرہے ہو بڑی ہی خوشی کی بات ہے میری مانو تو ہوٹل میں کمرہ لے لو بڑے آرام میں رہو گے۔ اس لئے ہر نیا آنے والا رہائش کے مسئلہ سے دوچار ہوتا ہے۔ کمروں اور مکانوں کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے۔ تعارف کے لئے لوگوں کو تلاش کرتا رہتا ہے اور بالآخر کسی مشکوک (dodgy) قسم کی رہائش گاہ کو حاصل کرنے اور اپنے سر کو چھپانے میں کامیاب ہو ہی جاتا ہے۔ اصل حقیقت کا علم اسے کچھ دن گزرنے کے بعد ہی ہوتا ہے۔

جب رہنے کے لئے جگہ مل جاتی ہے تو اس کا کرایہ ادا کرنے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے گھروں میں بھی زیادہ دن رہائش رکھی نہیں جاسکتی کیونکہ اکثر ملکوں میں رہائش کے قوانین بہت سخت ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی مکان میں کتنے افراد سہولت سے رہ سکتے ہیں اس کا فیصلہ مقامی انتظامیہ کرتی

ہے اور اس تعداد سے زیادہ لوگ اگر اس جگہ پر رہتے ہوں تو یہ خلاف قانون ہے اور اس پر کونسل کارروائی کرتی اور عدالت میں چارہ جوئی کرتی ہے۔

رہائش کی جگہوں پر سب سے بڑا خطرہ آگ لگنے کا ہے۔ اکثر مکان لکڑی کے ہوتے ہیں اور چشم زدن میں راکھ کا ڈھیر ہو جاتے ہیں اور قیمتی جانیں ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر مالک مکان اپنے مکان کا بیمہ کرواتا ہے اور بیمہ کمپنی مکان کا پورا جائزہ لینے کے بعد بیمہ منظور کرتی ہے۔ کتنے کمرے ہیں؟ کیسے چولہے ہیں؟ گھر کو گرم کرنے کا کیا انتظام ہے؟ دھواں اور آگ کی شناخت کے آلات نصب ہیں یا نہیں؟ مکان میں کتنے افراد رہائش پذیر ہیں؟ آگ لگنے کی صورت میں باہر نکلنے کا کونسا راستہ ہے؟ کیا اس راستے کی تعیین ہو چکی ہے اور سب رہنے والے اس سے واقف ہیں؟ ایسے واقعات سامنے آچکے ہیں کہ کسی مکان میں اجازت سے زیادہ لوگ موجود تھے وہاں آگ لگی اور تمام لوگ جل کر مر گئے۔ یا کسی اوپر کی منزل کے کمرے میں بہت سے لوگ جا کر بیٹھ گئے اور ساتھ ہی اس کمرے کی چھت بھی بیٹھ گئی اور بہت سے لوگ مر گئے یا زخمی ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ مہمان نوازی کی صفت اِن ملکوں میں مفقود ہو چکی ہے اور کوئی کسی کو اپنے گھر میں ٹھہرانا پسند نہیں کرتا تو چنانچہ ہر شخص کو خواہ وہ اکیلا ہی ہو اپنی رہائش کا علیحدہ انتظام کرنا پڑتا ہے اور لامحالہ اس کے اخراجات ہوتے ہیں۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے رقم درکار ہے جو یا تو اپنی جمع پونجی سے آئے گی یا محنت مزدوری کر کے حاصل ہوگی۔ غرض یہ اگلا مسئلہ ہے جو آنے والے کو درپیش ہے۔ وہ لوگ جو کام کرنے کے لئے معاہدہ پر آئے ہوں ان کو تو آمد ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ جو بغیر معاہدہ کے آئے ہوں وہ کام کی تلاش میں سرگرداں پھرتے ہیں اور مناسب کام نہ ملنے کی صورت میں مزدوری کے مشکل کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی معمولی مزدوریاں کر رہے ہوتے ہیں۔

ہر کام کی طرح ملازمت کے قواعد بھی ہیں جیسا کہ دنیا کے ہر ملک میں ہوتے ہیں لیکن ترقی یافتہ ملکوں میں ان قواعد کی پابندی بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہر کام کرنے والے اور کمانے والے کا، خواہ مرد ہو یا عورت۔ تجارت کرتا ہو یا مزدوری، ایک نیشنل انشورنس نمبر ہوتا ہے جسکے بغیر کوئی شخص کام نہیں کر سکتا اور کام کروانے والوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اس نمبر کو دیکھیں اور حکومت کو اس کی اطلاع کریں۔ اس کے بعد اس شخص کے تمام واجبات جو حکومت کی طرف سے مقرر ہیں وہ اس کی تنخواہ سے کاٹے جائیں اور حکومت کے خزانے میں جمع کروائے جائیں۔ اس کے علاوہ ملک میں قانوناً ایک رقم تنخواہ کی مقرر ہے جس سے کم تنخواہ کسی شخص کو نہیں دی جاسکتی۔ ایک مقررہ وقت سے زیادہ کام کسی سے لیا نہیں جاسکتا اور ہر شخص جو بے روزگار ہو اسے بعض ممالک میں مدد بھی دی جاتی ہے تا کہ جب تک اسے مناسب کام ملے وہ تنگی ترشی سے گزارہ کر کے زندگی گزار سکے اور اسے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔ چنانچہ یہ تمام قوانین رائج ہیں اور ان کی پابندی بھی کی جاتی ہے۔

لیکن بیچارے نئے آنے والے کو یہ سب معلوم نہیں ہوتا اور بعض دفعہ وہ ایسے شاطر لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جو اس کا خوب استحصال کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اسے بھی قواعد کا پتہ چل جاتا ہے اور وہ ان سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔

بعض نئے آنے والے بہت ہوشیار بھی ہوتے ہیں انہیں تمام قواعد کا علم ہوتا ہے اور وہ ان ممالک میں آتے ہی ان قوانین سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو سیاسی پناہ لینے کیلئے آتے ہیں۔ سیاسی پناہ کے اپنے قوانین ہیں اور جب تک عدالتیں اپنا فیصلہ سنائیں ان لوگوں کی رہائش، کھانا پینا اور گزارہ ملک کی حکومت کی طرف سے دیا جاتا ہے اور ان کے کام کرنے پر پابندی ہوتی ہے۔ جب عدالت انہیں پناہ دینے کا فیصلہ کر دے پھر انہیں بھی ملک کے قواعد کے مطابق کام کرنا پڑتا ہے۔

پھر اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں سے جدائی بھی ایک مسئلہ ہوتی ہے گو موجودہ زمانے میں ٹیلیفون، انٹرنیٹ اور سکائپ (skype) وغیرہ سے کسی حد تک اس کا مداوہ ہو جاتا ہے۔ لیکن شروع شروع میں تو ان کا پتہ نہیں ہوتا یا پھر وہ آلات ہی پاس نہیں ہوتے جن کے استعمال سے یہ فوائد اٹھائے جاسکتے ہیں۔ بعض نئے آنے والوں میں پورے کے پورے خاندان جن میں دادا، نانا، بہن، بھائی، پوتے، پوتی، نواسے، نواسی غرض تین پشتیں اکٹھی نقل مکانی کرتی ہیں۔ ان خاندانوں کو جدائی کا مسئلہ پیش نہیں آتا اور ان کی تمام خاندانی اقدار نئے ملک میں بھی نئے حالات کے مطابق برقرار رہتی ہیں۔ ایسا واقعہ اُس وقت پیش آیا جب تقسیم ہند کے بعد لاکھوں مسلمان یوپی کے ہندوستانی صوبے سے نقل مکانی کر کے سندھ اور پنجاب کے پاکستانی صوبوں میں آباد ہو گئے اور اسی طرح موجودہ دور میں بڑی تعداد میں ایشین باشندے ایک افریقن ڈکٹیٹر کے مظالم کی وجہ سے مشرقی افریقہ سے انگلستان میں آکر آباد ہو گئے۔ انہوں نے بھی اپنی قدروں کو برقرار رکھا اور یونہی لگتا ہے گویا وہ انگلستان میں نہیں بلکہ افریقہ میں ہی رہتے ہیں۔

ایک مسئلہ کھانے پینے کا بھی ہوتا ہے۔ نئی جگہ اور نئے ملک میں کھانے پینے کی چیزیں اور طریقے مختلف ہوتے ہیں اور اکثر لوگوں کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ جو لوگ مرچ مسالوں کے کھانوں کے عادی ہوں وہ پھیکا اور بدذائقہ کھانا کیسے کھائیں وہ تو نہاری ہی تلاش کرتے رہتے ہیں جو انہیں نہیں ملتی پھر بالآخر چکن تکہ مصالحہ ان کی مستقل خوراک بن جاتی ہے اور مقامی باشندے بھی روزانہ مچھلی کھانا چھوڑ کر اس پنجابی ڈش کو پسند کرنے لگ جاتے ہیں۔ حلال حرام کھانوں اور کوشر، نان کوشر اشیاء کی تلاش بھی مسلسل جاری رہتی ہے۔ پھر بہت سی ممنوعہ چیزیں بڑی فراوانی سے گلی کے نکڑ پر ہی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ غرض یہ وہ مسائل ہیں جو ابتداء میں نئے آنے والوں کو درپیش آتے ہیں لیکن جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے مسائل کی نوعیت بدلتی جاتی ہے۔

مکرمہ سلیمہ خاتون صاحبہ

ممانی جان رضیہ بیگم صاحبہ کی یاد میں

آج میں اپنی ممانی جان (رضیہ بیگم اہلیہ چوہدری نثار احمد صاحب) کی زندگی کے کچھ واقعات لکھنے جا رہی ہوں۔ ممانی جان مرحومہ پابند صوم وصلوٰۃ اور دینی شعار پر عمل کرنے والی بہت نیک فطرت خاتون تھیں۔ ممانی جان کے والد صاحب کا تعلق گجرات کے بہت متمول اور معزز گھرانے سے تھا۔ انہوں نے کینیا کے دارالخلافہ نیروبی میں تعلیم پائی۔ آپ کے والد وہاں پر ڈاکٹر عبداللہ احمدی کے نام سے مشہور تھے وہ کہتے تھے نام کے ساتھ احمدی لکھنا میرے لئے باعث صد افتخار ہے۔ یہ لفظ میرا مذہب ہے میرا ایمان ہے اور میری پہچان ہے۔ اور بچوں کو بھی تاکید تھی کہ وہ بھی اپنے ناموں کے آگے احمدی لگائیں ممانی جان اپنا نام رضیہ احمدی لکھتیں۔ نیروبی سے کچھ فاصلے پر کراٹینا ماؤنٹین نامی پہاڑی تھی جس کے آگے گھنے جنگلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا جہاں پر شیر ببر، ارنا بھیڑ، نیل گائے، چیتا وغیرہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ ممانی جان کے والد صاحب کو یہ جنگلات کٹوانے کا ٹھیکہ مل گیا۔

یہ ٹھیکہ انگریز اپنے ہم قوم کو دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر احمدی بہت خوبصورت تھے اور سرخ وسفید رنگت کی وجہ سے انگریزوں کو مات کرتے تھے۔ خود انگریز دھوکہ کھا گئے اور انہیں یہ کنٹریکٹ مل گیا۔ ممانی جان بتایا کرتی تھیں کراٹینا کی وادی میں ہمیں تو رہائش مہیا کر دی گئی مگر اور کسی کو یہ سہولت میسر نہ تھی انڈیا اور دیگر ممالک سے شیر کے شکار کے لئے آنے والے رؤسا، نواب، راجے مہاراجے انہیں کے ہاں ٹھہرتے تھے انہیں میں نواب آف پٹوری بھی شامل تھے۔ جن کے بیٹے منصور علی خاں پٹوری کرکٹ کے نامور کھلاڑی تھے ان کے ہاں تو پاکستان کے معرض وجود میں آنے تک آنا جانا لگا رہا تھا اور بہت دوستی تھی۔ کراٹینا کی وادی کے حسین مرغزاروں میں ممانی جان کی شادی سے پہلے کا زمانہ گزرا۔ دولت کی ریل پیل کے سبب خوب ناز ونعم سے پرورش ہوئی۔

ممانی جان نے بتایا کہ باوا جی کو (وہ اپنے والد صاحب کو باوا جی کہہ کر بلاتی تھیں) اپنے مذہب سے جنون کی حد تک پیار تھا رات کو ایک گھنٹہ کے لئے سب بچوں کو پاس بٹھا کر اپنے مذہب کی تعلیمات سے روشناس کراتے۔ کہتی تھیں نیروبی میں بیت کی تعمیر کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی تو باوا جی نے سب بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا پیارے بچو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہارے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے جنت و دوزخ کی اہمیت پہلے ہی گھول کے پلا چکے تھے سو ہم نے یک زبان ہو کر کہا کہ ضرور چاہتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا پھر کل سب تیار رہنا نیروبی چلیں گے۔

اس وقت انہوں نے بیت کے لئے چندہ کی افادیت پر زبردست لیکچر دیا اور کہا جس کا چندہ سب سے زیادہ ہوگا اسے میں انعام دوں گا۔ اور پھر سب سے زیادہ چندہ میرا تھا سو باوا جان نے مجھے 50 شلنگ بطور انعام دیے اور یہ انعامی رقم بھی میں نے چندہ میں دے دی اس خیال سے کہ جنت میں اور بھی وسیع گھر ملے میرے اس کارنامہ سے باوا جی اتنے خوش ہوئے کہ بیان نہیں کر سکتی۔

اس کے بعد تحریک جدید کا اعلان ہوا تو باوا جی نے پھر پہلے والے اعلان کو دہرایا مگر اس بار بڑے بھائی صاحب انعام کے حق دار قرار پائے میں مغموم ہوئی تو باوا جی نے کہا بیٹا تم دوسرے نمبر پر ہو تمہیں بھی انعام ملے گا۔ پھر شادی ہو کر ممانی جان ماموں جان کے پاس نیروبی آگئیں۔ کچھ والدین کی جدائی کی وجہ اور کچھ نیروبی میں وہ خوبصورت مناظر کہاں تھے۔ نہ وہ چشمے تھے نہ آبشار نہ جھیلیں نہ وہ برکھائیں اور نہ وہ مستانہ ہوائیں اور سرمست نظارے۔ سو نیروبی انہیں بھایا نہیں اور ماموں جان نے بھی ان کی اداسی کے پیش نظر نیروبی کو خیرآباد کہا اور قادیان آگئے۔

ممانی جان کے والد صاحب نے سٹیشن سے چند قدم کے فاصلہ پر بڑا سا پلاٹ خرید کر بہت بڑی جدید طرز کی کوٹھی تعمیر کروائی تھی ان کا ارادہ بھی قادیان شفٹ ہونے کا تھا۔ ممانی جان نے بھی اسی کوٹھی میں رہائش اختیار کر لی۔ قادیان میں ہمارے ہاں صفائی کے لئے ایک عورت آتی تھی امرتسر کے کسی نواحی گاؤں سے وہ اپنے بیٹے

کے لئے ایک یتیم اور لاوارث لڑکی بیاہ لائی کچھ عرصہ تو اس کے ساتھ ٹھیک رہی پھر اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا اسے بھوکا رکھتی ایک دن تو حد کر دی اسے گھر سے نکال باہر کیا ذرا خوف نہیں آیا کہ وہ کدھر جائے گی وہ ہمارے گھر آ گئی اور اپنی داستان غم میری والدہ ماجدہ کو کہہ سنائی امی بے حد خدا ترس انسان تھیں انہوں نے ممانی جان سے (جو کہ حسن اتفاق سے ہمارے ہاں آئی ہوئی تھیں) کہا کہ وہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں ممانی جان بخوشی رضامند ہو گئیں ان کے ہاں کئی سنگل روم سرونٹ کوارٹر تھے ممانی جان نے ایک اسے دے دیا مارے تشکر کے اس لڑکی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ روتے ہوئے ممانی جان کے قدموں میں گر گئی ممانی جان خفا ہوئیں اور اسے ایسا کرنے سے منع کیا وہ لڑکی ممانی جان کے پاس بے انتہا خوش تھی پہلے وہ لڑکی کسی چرچ میں کام کر رہی تھی اور ہیون اور ہیل سے واقفیت رکھتی تھی کیوں کہ اکثر کہتی کہ معلوم نہیں میری کون سی نیکی خداوند یسوع مسیح کو بھا گئی جنہوں نے مجھے زندگی میں ہی ہیون عطا کر دیا۔ ممانی جان نے کہا یسوع مسیح تو نبی تھے ان سے بڑی بھی ایک طاقت خدائے وحدہ لاشریک کی ہے تم پر یہ مہربانی اس کبریائی کی ہے۔ وہ لڑکی کچھ سمجھ دار تھی ایک روز اس نے ممانی جان سے کہا بی بی میں آپ کا مذہب اختیار کرنا چاہتی ہوں میرے خیال میں سب مذہبوں میں اچھا مذہب احمدیوں کا ہے۔ جس کے ماننے والے اتنے خدا ترس ہوں اس نے میرے ابا جان (حضرت بھائی محمد احمد صاحب یکے از رفقاء حضرت مسیح موعود) کا نام لیا کہ وہ بے حد خدا ترس انسان ہیں ابا جان یتیم و یسیر لڑکی پر بے حد ترس کھاتے بیمار ہوتی تو اس کی دوا کے پیسے نہیں لیتے تھے اور پھر اس نے واقعی بیعت کر لی تھی پھر ایک روز اس کا خاوند آ گیا۔ ماموں جان نے بتایا کہ تمہاری بیوی احمدی ہو چکی ہے اس نے کہا مجھے بھی بیعت کرا دیں اس نے تمام بری عادات ترک کرنے کا وعدہ کیا وہ جوا وغیرہ کھیلتا تھا اس نے بیعت کر لی اور واقعی بری عادات چھوڑ دیں۔ ابا جان نے اسے شیشہ کے کارخانہ میں ملازمت دلوادی اور ماموں جان نے بیوی کے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر ممانی جان کچھ عرصہ سیالکوٹ رہیں پھر سرگودھا آ گئیں ایک بار غالباً 51 یا 52 کا جلسہ سالانہ تھا سب 25 دسمبر کو ربوہ چلے گئے تھے۔ ہمارا ارادہ 26 دسمبر کو صبح بذریعہ ریل جانے کا تھا گاڑی میں بے پناہ رش تھا تاہم ہمیں جگہ مل گئی ایک عورت کے دو بچے تھے جگہ نہ ملنے پر بے حد پریشان تھی ممانی جان کو ترس آ گیا انہوں نے اپنے بچوں کو گود میں اٹھا لیا اور اس کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنا دی۔ جب گاڑی لالیاں سے چلی تو کسی عورت نے کہا پتہ نہیں اب کون سا سٹیشن آ رہا ہے۔ جسے ممانی جان نے جگہ دی تھی وہ احسان فراموش گالی دیتے ہوئے بولی اب مرزائیوں کا اڈہ آ رہا ہے۔ حکومت نے ایسی جگہ انہیں پھینکا ہے جہاں زمین سے پانی نہیں نکل سکتا کم بختوں کو ہر روز بھیڑیئے پکڑ پکڑ کر لے جاتے ہیں مگر ڈھیٹ بنے بیٹھے ہیں میرا دل چاہا اس عورت کو اتنے زور کا دھکا دوں کہ نیچے گر کر سر پھٹ جائے مگر چپ رہی ممانی جان نے کہا اے نادان عورت ذرا زبان کو سنبھال اگر تو مسلمان ہے تو کیا تجھے اسلامی تعلیم سے روشناس نہیں کرایا گیا میں تجھے گالیاں دینے پر اچھا خاصا سبق سکھا سکتی تھی مگر ہمارے مذہب میں گالی کا جواب گالی سے دینا منع ہے تجھے تو شاید علم بھی نہیں ہوگا کہ سفر طائف کے موقع پر اللہ کے پیارے نبی پر ظالموں نے پتھر پھینکے انہیں زخمی کر دیا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ؐ آپ ان کے لئے بد دعا کریں مگر آپ نے فرمایا اے اللہ انہیں ہدایت دے یہ نہیں جانتے یہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ عورت تو مانو گونگی اور بہری بن چکی تھی اور ممانی جان کی زبان گویا پھول برسا رہی تھی کچھ طوالت کے ڈر سے اور کچھ مجھے یاد نہیں رہا ورنہ ممانی جان نے اسے خاصا شرمندہ کیا تھا میں زیادہ لکھ نہیں رہی۔ سب مسافر عورتوں نے ممانی جان کی حمایت کی۔ ربوہ آ گیا تھا نعرہ تکبیر کی روح پرور اور ایمان افروز آواز دل و دماغ کو سرشار کر رہی تھی۔ ممانی جان نے مجھ سے کہا پلیٹ فارم نہیں ہے تم اتر جاؤ میں تمہیں بچے اور سامان پکڑا دوں گی میں نیچے اتر گئی اتنے میں دو تین مسافر عورتیں اٹھ کر آ گئیں کہنے لگی بہن آپ بھی اتر جاؤ ہم آپ کا سامان پکڑا دیتے ہیں میں حیران رہ گئی کتنی تاثیر تھی ممانی جان کی شیریں بیانی میں۔

چھوٹے ماموں جان (چوہدری ظہور احمد صاحب) کا مکان قریب تھا چار پانچ منٹ میں ہم وہاں پہنچ گئیں۔ صحن میں بڑا سا خیمہ نصب تھا سب مرد خیمہ میں بیٹھے تھے چھوٹی ممانی جان مع والنٹیئر کے کھانا لے کر گئیں ماش کی گرما گرم دال سے بھاپ اٹھ رہی تھی اور اس کی اشتہا انگیز مہک سے دل و دماغ معطر ہو رہے تھے۔ میں نے ممانی سے کہا صبح آپ کے پیٹ میں درد تھا چھوٹی ممانی سے کہہ کر آپ کے لئے کچھ اور منگوائیں۔ نہیں نہیں بڑی اماں بننے کی کوشش نہ کرو میں یہی دال کھاؤں گی یہ میرے لئے اکسیر اور کیمیا ہے۔ اور پھر بے حد رغبت سے وہ دال کھائی ممانی جان کی ایک پھوپھی تھیں۔ بہت امیر کبیر۔ سیالکوٹ میں ان کے کئی مختلف چیزوں کے کارخانے تھے ایک بار وہ جلسہ کے موقع پر ہمارے ہاں آئیں میں نے کھانے میں ان کے لئے گھر کا پکا سالن رکھ دیا وہ کہنے لگیں یہ اٹھا لو مجھے تو مسیح کے لنگر کی دال دو۔ ہمارے ہاں دال نہیں تھی سو میں نے ہمسایوں سے مانگ کر انہیں کھانا کھلایا ہمارے ساتھ جلسہ گاہ گئیں اس روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے عورتوں کے اجلاس میں خطاب فرمانا تھا حضور تشریف لا چکے تھے حضور کو دیکھ کر یہ اندھا دھند سٹیج کی جانب لپکیں۔ پہرہ دینے والی لڑکیوں نے روکا تو انہیں دھکا دے کر سٹیج پر چڑھ گئیں۔ حضور ان کی اس کارروائی پر مسکرا پڑے غالباً آپ پہچان گئے تھے ڈاکٹر احمدی کی بہن ہیں حضور نے ان کیلئے کرسی منگوائی اور کارکن خواتین کو ہدایت فرمائی کہ آئندہ انہیں سٹیج پر کرسی دی جائے۔ حضور کی اس عزت افزائی سے خوشی سے پھولے نہیں سمائیں اور فرط عقیدت سے حضور کے سر پر پیار کیا اور اپنا طلائی زیور اتار کر حضور کے سر پر سے وار دیا۔

اپنے سسرال کی کئی چھوٹی سی چیزوں پر بھی بہت فخر محسوس کرتیں مثلاً ہماری والدہ کا نام مینارۃ المسیح پر کندہ دیکھ کر بے حد خوش ہوتیں یا یہ سن کر ان کے سسرالی رشتہ داروں میں حضرت مسیح موعود کے رفقاء کی تعداد بہت زیادہ ہے بے حد خوشی کا اظہار کرتیں۔ بتایا کرتیں کہ ہمارے ہاں رواج تھا کہ جو سترہ برس کا ہو جاتا اس کی وصیت کروا دی جاتی تھی ممانی جان کی وصیت بھی سترہ برس کی عمر میں ہوگئی تھی میں چھوٹی تھی مگر الفضل میں شائع وصایا ضرور پڑھتی تھی ممانی جان کی وصیت اخبار الفضل میں شائع ہوئی اس وقت ان کا رشتہ ماموں جان سے نہیں ہوا تھا میں نے وصیت پڑھی تو بڑے جوش سے بلند آواز میں بولی میں بھی اس رضیہ نامی لڑکی کی طرح سترہ برس کی عمر میں وصیت کر لوں گی اتفاق سے وصیت کرتے وقت میری عمر سترہ برس تھی۔

بشارت احمد کو امپورٹ اور ایکسپورٹ کے لائسنس مل گئے وہ لندن چلے گئے ماموں جان بیمار ہوئے تو ممانی جان نے ان کی خدمات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دونوں ماں بیٹے نے اتنی تندہی اور جانفشانی سے ان کی تیمارداری کی مثال قائم کر دی نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات نہ پیسے کو پیسہ۔ مگر جو چیز اٹل اور برحق ہو اس سے مقابلہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ ماموں جان کی وفات کے بعد بشارت احمد ممانی جان کو اپنے ساتھ لندن لے گئے۔ پھر وفات تک انہیں کے پاس رہیں۔ ماموں جان اکثر کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں میری کون سی خوبی تھی جو خدا تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اس نے مجھے دنیا میں ہی جنت عطا کر دی اور وہ ممانی جان کے بے حد احسان مند اور معترف رہے میری دعا ہے کہ نئی نسل کی بچیاں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے گھروں کو جنت کو نمونہ بنائیں۔

ماموں جان کے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں امریکہ میں ہوتے ہیں اور دو بیٹے بشارت احمد، صباحت احمد اور ایک بیٹی آنسہ بیگم اہلیہ میجر محمود احمد صاحب مرحوم ابن چوہدری احمد جان صاحب سابق امیر جماعت ہائے راولپنڈی۔ لندن میں ہوتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان سب کو اپنے فضلوں کے سایہ تلے رکھے اور والدین کے بعد بشارت احمد کے سایہ کو ان کے سروں پر سلامت رکھے اور انہیں لمبی پر صحت زندگی عطا فرمائے اور ہر لحظہ ہر آن ان کا حافظ و ناصر رہے۔

اور ۔

ان کا گھر ہو مثلِ باغِ جنت
ہو آبادی ہمیشہ اس مکاں میں

اور آخر میں ۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

خدا اور رسول اور قرآن سے محبت

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

میں اپنے دل کو جانتا ہوں اور میں مقدس سے مقدس مقام میں کھڑا ہو کر غلیظ سے غلیظ قسم اس بات کے لئے کھا سکتا ہوں کہ خدا اور اس کے رسول کی عزت کے سوا میرے دل میں اور کسی عزت پھیلانے کا ولولہ نہیں۔ اس کے کلام کی محبت سے میرا دل لبریز ہے اور اس کی اشاعت کے لئے مجھے اتنا جوش ہے کہ اور کسی چیز کے لئے اتنا جوش نہیں۔

(خطبات محمود جلد 16 ص 112)

بقیہ صفحہ 6

مشکل ہے کہ کس زینی دور سے مغربی سعودی عرب سے یہ علاقہ خشکی پر موجود ہے اور کب غار حرا اپنی موجودہ شکل میں ظاہر ہوا، لیکن کسی طرح سے بھی کروڑوں سال سے کم پر بات نہیں جائے گی۔ انہی حقائق کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ غار ہمیشہ سے موجود تھا۔

اس مقام کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس جگہ حضور نے اپنی زندگی کا ایک ایسا دور گزارا جب کہ وہ تلاش حق میں تھے اور ان کی سوچ بچار اور سوالات کے تشفی بخش جوابات سن 610 عیسوی میں پہلی وحی آنے تک نہ مل پائے تھے۔ یہ جگہ اب بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہے اور اتنی چھوٹی جگہ ہے کہ ہر ہر پتھر کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کو چھوا ہوگا اور یہ ہم اسی فضاء میں موجود ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ یقیناً چلتے پھرتے تھے۔

(گلوبل سائنس)

ماخوذ

آتشی چٹانوں سے بنی کروڑوں سال پرانی

غارِ حرا

مغربی سعودی عرب میں زیادہ آتشی چٹانیں ہی پائی جاتی ہیں۔اس طرح کے علاقے کو ارضیاتی زبان میں شیلڈ ایریا (Shield Area) کہا جاتا ہے۔یہاں پر Basic Basic,Ultra Basic چٹانیں اور Basalt flows موجود ہیں۔ ہرطرف چھوٹی چھوٹی اور درمیانی اونچائی کی پہاڑیاں ریتلے صحرا میں موجود ہیں جن میں بعض جگہ Granitic Batholiths درمیان میں نکلے ہوئے ہیں جو نسبتاً سخت قسم کی چٹان ہونے کی وجہ سے اونچی اونچی چوٹیاں بنا لیتے ہیں۔جبل النور بھی اسی قسم کا ایک پہاڑ ہے۔جس کے درمیان میں سب سے اونچائی پر ایک ہموار سطح کا Batholith ہے جس کے جنوب مغربی کونے پر غارِ حرا موجود ہے۔

غارِ حرا اصل آتشی چٹانوں کے ٹکڑوں کی ایک خاص ترتیب سے بنا ہوا ہے جس کی وجہ سے ایک تکونا خلاء سا بن گیا ہے جو بمشکل 2 میٹر لمبا ہے اور جس کے تکونے منہ کی اونچائی 2 میٹر سے بھی کم ہے۔چٹان کے ٹکڑے ایک دوسرے پر براہِ راست رکھے ہوئے ہیں جن کے درمیان کوئی گارا مٹی وغیرہ نہیں۔ اسی وجہ سے چھوٹی چھوٹی درزیں موجود ہیں جن سے ہوا اور روشنی غار کے اندر آسکتی ہے اور اندر کا ماحول تازہ رہتا ہے۔شیلڈ ایریا زمین کے سب سے زیادہ مضبوط حصے سمجھے جاتے ہیں جہاں زلزلے وغیرہ آنے کے امکانات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔

لگتا ہے کہ اس ارضی ماحول میں ان پتھروں کی ترتیب ہمیشہ ایسی ہی رہتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وقت سے تو خاص طور پر ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی ہوگی اور نہ ہی شیلڈ ایریا ہونے کی وجہ سے ایسا بعد میں ہونا ممکن ہوگا۔

جبلِ نور، کعبہ سے شمال مشرق میں تقریباً 5 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور درمیان کا راستہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو بالکل سنسان اور غیر آباد ہوگا جہاں صرف اور صرف خشک پہاڑیاں موجود ہیں۔ایک بہت جری انسان ہی اس راستے پر اس زمانے میں آ جا سکتا تھا اور ایک بہت طاقتور انسان غارِ حرا میں اکثر جا سکتا ہے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ مدتوں وہاں تشریف لے جاتے رہے۔

جبلِ نور کی اونچائی سطح سمندر سے 500-550 میٹر ہے جبکہ مقامی طور پر پہاڑ کی چڑھائی تقریباً 200 میٹر ہے جو خاصی مشکل بھی ہے۔نسبتاً آسان چڑھائی کا راستہ پہاڑ کے جنوب مشرقی طرف سے ہے۔مقامی لوگوں نے چونا استعمال کر کے راستے کے نشان بنا دیے ہیں جو دور سے نظر آتے ہیں اور کہیں کہیں پتھر کاٹ کر سیڑھیاں بنا دی ہیں۔پہاڑ پر تمام اطراف میں پتھروں کے ٹکڑے پڑے ہیں جس سے چڑھنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔اسی طرح اوپر جا کر جب Batholith شروع ہو جاتا ہے تو چڑھائی تقریباً عمودی رخ پر ہو جاتی ہے۔ہم نے بنے ہوئے راستے کو استعمال نہیں کیا کیونکہ جس وقت رسول اللہ اوپر جاتے تھے تو یہ راستہ نہ تھا۔

غارِ حرا پر جانے کا بہترین وقت فجر کی نماز کے بعد ہوتا ہے۔ٹیکسی موسم کی مناسبت سے تقریباً 10 یا 20 ریال لیتی ہے اور پہاڑ کے جنوب مشرقی رخ پر سڑک کے ساتھ اتار دیتی ہے۔اسی پروگرام کے تحت ہم تقریباً 6 بجکر 35 منٹ پر وہاں پہنچے اور اوپر چڑھنا شروع کیا۔تقریباً 40 منٹ کی چڑھائی کے بعد، جس میں ہم نے دو مرتبہ تھوڑا آرام بھی کیا، ہم پہاڑ کے اوپر پہنچ سکے۔مگر غار کہیں نظر نہ آیا کیونکہ جنوب مغربی رخ پر خاصا چلنے کے بعد پہاڑ میں اچانک تقریباً 8 میٹر اونچا کٹاؤ نظر آتا ہے جس کے نیچے پہلی بار غار نظر آ سکتا ہے۔اس کے آگے غار تک پہنچنے کے لئے تقریباً 60 درجہ کی اترائی سے اترنا پڑتا ہے جس میں اب چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں۔

نیچے تقریباً 2 میٹر چوڑا فرش سا ہے جس میں بڑے بڑے پتھر اس طرح پڑے ہوئے ہیں کہ دوسری طرف جانے کا راستہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا۔لیکن ان پتھروں کے درمیان ایک پتلی سی درز موجود ہے جس سے ایک دبلا پتلا آدمی ہی گزر سکتا ہے۔ان پتھروں کے درمیان سے گزر کر جب دوسری طرف پہنچیں تو بائیں ہاتھ پر غارِ حرا موجود ہے ۔یہ سوچ کر کہ یہ پتھر اس وقت بھی موجود تھے جب رسول اللہ ﷺ اس مقام پر آتے تھے، ایک بہت خوش کن احساس ہوتا ہے کہ ہم ان پتھروں کو چھوتے ہوئے گزر رہے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے چھوا ہوگا۔جنوب مشرقی راستے کے علاوہ مغربی چڑھائی سے بھی غار تک پہنچا جا سکتا ہے، گو یہ راستہ اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ غار کے سامنے تقریباً 4×6 میٹر کی مسطح جگہ ہے جو غارِ حرا اور اس کے سامنے 8 میٹر اونچی عمودی دیوار کے درمیان موجود ہے۔صرف مغربی سمت کھلی ہوئی ہے مگر اس طرف عمودی اور دشوار گزار اترائی ہے۔

اتنی محدود سی جگہ میں ہر زائر یقیناً اس جگہ میں چلتا پھرتا ہے اور اسی فضا میں سانس لیتا ہے جہاں رسول اللہ ﷺ موجود ہوا کرتے تھے۔اب شاید صرف یہی ایک جگہ اپنی اصل حالت میں رہ گئی ہے جہاں ایک عام آدمی کی پہنچ اس مقام تک ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کا موجود ہونا ثابت ہے۔ یا پھر غارِ ثور کو کہا جا سکتا ہے، مگر اس تک پہنچنا اور بھی زیادہ مشکل ہے۔

جس طرح پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ غار کا منہ مثلث نما ہے جس کی اونچائی تقریباً ایک میٹر اور 75 سینٹی میٹر جبکہ نیچے سے چوڑائی ایک میٹر سے کچھ زیادہ ہے۔ غار کی چھت کا جھکاؤ جنوب مغرب کی طرف ہے اور اس مثلثی خلاء کی لمبائی دو میٹر سے زیادہ نہیں۔غار کے اندر سیدھے ہاتھ کی طرف تقریباً 60 سینٹی میٹر لمبی، 50 سینٹی میٹر چوڑی اور 30 سینٹی میٹر اونچی مسطح سی جگہ ہے جس کے ساتھ باہر کی طرف ایک آرام کرسی کی پشت جیسا اتنا ہی چوڑا ایک پتھر ہے جس سے ٹیک لگا کر اور ٹانگیں پھیلا کر آرام کیا جا سکتا ہے۔اس طرح غار کے منہ پر اندازاً صرف 60 سینٹی میٹر چوڑی جگہ ہی رہ جاتی ہے جہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکے کسی عقیدت مند نے غیر ضروری طور پر غار کے فرش پر سفید رنگ کی ٹائلیں لگا دی ہیں جو نہ کرنا چاہئے تھا۔تا کہ اصل شکل برقرار رہتی۔

غار کے بالکل آخری کونے پر ایک مربع شکل کی سٹول نما چھوٹی سی چٹان ہے جس پر بیٹھ کر انسان بہت سکون اور مکمل تنہائی میں سوچ بچار کر سکتا ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بہت ممکن ہے کیا ہو۔ ان تمام پیمائشوں کے حساب سے ایک درمیانے قد اور جثہ کا انسان ہی غار کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔اسی طرح ایک دبلا پتلا انسان ہی ان چٹانوں کی پتلی درازوں سے گزر کر غار کے سامنے پہنچ سکتا ہے جو کہ غار تک کے پہنچنے کے راستے میں پڑی ہوئی ہے۔رسول اللہ ﷺ پہلی وحی آنے کے بہت پہلے سے غارِ حرا تشریف لے جاتے رہے تھے جو غالباً 27 رمضان المبارک (سن 610 عیسوی) میں نازل ہوئی تھی۔

غارِ حرا ایک بہت محفوظ جگہ بھی ہے۔اگر کوئی اس کو جبل النور کے چاروں طرف گھومتے ہوئے نیچے سے دیکھنا بھی چاہے تو اس کا نظر آنا مشکل ہے۔جنوب مشرقی طرف سے (جو کہ نسبتاً آسان چڑھائی ہے) مسطح چوٹی پر پہنچ کر بھی کچھ نظر نہیں آتا، جب تک کہ جنوب مغربی رخ پر مزید چلتے ہوئے تقریباً چوٹی کے کنارے تک پہنچ جائیں جہاں اچانک تقریباً 8 میٹر اونچا کٹاؤ آ جاتا ہے جو چوٹی کے پورے پھیلاؤ پر موجود ہے، اور جس کا رخ غار کے منہ کے بالکل متوازی ہے۔اس کٹاؤ کے کنارے پہنچ کر ہی نیچے غار کا منہ نظر آ سکتا ہے۔کٹاؤ میں مشرقی طرف ایک دشوار گزار پتلے سے راستے سے (جس میں اب چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں لگا دی گئی ہیں) نیچے اترنا پڑتا ہے اور تقریباً دو میٹر چوڑی مسطح سی جگہ آ جاتی ہے۔لیکن اس مسطح جگہ اور غار کے درمیان پھر بڑے بڑے پتھر پڑے ہیں جن میں دوسری طرف جانے کا راستہ بمشکل نظر آتا ہے۔ان پتھروں کے درمیان پتلی درزوں سے گزر کر دوسری طرف پہنچا جا سکتا ہے جہاں پھر ایک تقریباً 4×6 میٹر کی مسطح جگہ موجود ہے جس کے بائیں طرف غار کا منہ نظر آ جاتا ہے۔یعنی کسی شخص کا اچانک بے خبری میں غار تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔

غارِ حرا حقیقی معنوں میں ایک غار نہیں جو کہ عام غاروں کی طرح شکست و ریخت کے عمل اور چٹانوں کے تحلیل ہونے سے بنا ہو۔ یہ گرینائٹ چٹانوں کے ٹکڑوں کی ایک خاص ترتیب سے بنا ہے جس سے ایک مثلث نما مخروطی خلا سا بن گیا ہے۔ یہ پتھروں کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ چھوٹی چھوٹی درزیں موجود ہیں جن سے دوپہر کے بعد سورج کی پتلی پتلی شعاعیں اندر آ سکتی ہیں اور غار ہمیشہ ہوادار بھی رہتا ہے۔

ارضیاتی اصطلاح کے مطابق شیلڈ ایریا میں کسی قسم کے زلزلے وغیرہ آنے کے امکانات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔اسی لیے باوجودیکہ جن پتھروں کی ترتیب سے غار بنا ہے ان کے درمیان کوئی سیمنٹ نما مصالحہ نہیں، ان کا بکھر کر گر جانا ممکن نہیں۔ پتھر کی سلیں ایک دوسرے پر جس خاص زاویئے سے رکھی ہیں، ان کی مضبوطی کا اندازہ ایک ماہر انجینئر ہی لگا سکتا ہے۔ اسی طرح چٹان کی بھی وہ قسم ہے جو دنیا میں سب سے مضبوط مانی جاتی ہے اور خاص طور پر اس قسم کی خشک آب و ہوا میں تو ان میں کوئی ٹوٹ پھوٹ ایک ناممکن سی بات ہے۔اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ تقریباً چودہ سو سال سے بظاہر تو کوئی فرق نہیں پڑا۔شیلڈ ایریا کی چٹانیں دنیا کی سب سے پرانی چٹانیں ہیں، یعنی جب پہلی دفعہ زمین نے تقریباً چار ارب سال پہلے ٹھوس شکل اختیار کی تو یہ اس وقت سے موجود ہیں تقریباً ساٹھ کروڑ سال پر پھیلے ہوئے زمینی ادوار میں انہی کی ٹوٹ پھوٹ سے مختلف قسم کی تہہ دار چٹانیں پانی اور خشکی پر بنتی رہی ہیں۔ یہ کہنا تو

باقی صفحہ 5 پر

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

ولادت

مکرم شفیق الرحمٰن اطہر صاحب مربی ضلع جہلم تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بھتیجے مکرم صداقت احمد مشہود صاحب کارکن ایم ٹی اے لائبریری لندن اور مکرمہ عائشہ صداقت صاحبہ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے شادی کے تقریباً 13 سال بعد مورخہ 10 نومبر 2011ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچے کا نام وجاہت احمد عطا فرمایا ہے اور وقف نو کی بابرکت تحریک میں منظور فرمایا ہے۔نومولود محترم بشارت احمد صابر صاحب دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن کا پوتا، ددھیال کی طرف سے محترم ماسٹر محمد انور صاحب آف نواں کوٹ، محترم سردار عبدالحق شاکر صاحب واقف زندگی اور ننھیال کی طرف سے محترم عبدالحمید آصف صاحب آف فیصل آباد کی نسل سے ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت وسلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے، نیک صالح اور والدین کیلئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

ولادت

مکرم مبارک احمد شاد صاحب کارکن نظارت مال آمد تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مورخہ 17/اکتوبر 2011ء کو خاکسار کے بیٹے مکرم فراست احمد راشد صاحب مربی سلسلہ کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بچے کا نام حسان احمد راشد عطا فرمایا ہے۔نومولود مکرم حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم آف احمد نگر کا نواسہ ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ نومولود کو والدین کیلئے قرۃ العین بنائے، خلافت سے ہر دم چمٹائے رکھے اور عمر بھر بہترین خدمات سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم مرزا ناصر احمد صاحب سیکرٹری مال راولپنڈی کی اہلیہ محترمہ عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب جماعت سے شفاء کاملہ وعاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

تقریب آمین

مکرم وسیم احمد صاحب سیکرٹری تحریک جدید ووقف جدید 99 شمالی ضلع سرگودھا تحریر کرتے ہیں۔

میری بیٹی ہانیہ مریم واقفہ نو نے 5 سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کرلیا ہے۔ بچی کو قرآن مجید پڑھانے کی سعادت اس کی والدہ مکرمہ کاظمہ تبسم صاحبہ کو ملی۔ مورخہ 23/اکتوبر 2011ء کو تقریب آمین منعقد ہوئی۔ مکرم فاتح الدین صاحب مربی سلسلہ نے بچی سے قرآن کریم سنا اور دعا کروائی۔ موصوفہ مکرم چوہدری خورشید احمد صاحب سدھو مرحوم نمبردار چک نمبر 166/7-R فورٹ عباس کی پوتی اور مکرم چوہدری غلام رسول صاحب بجہ مرحوم چک 99 شمالی ضلع سرگودھا کی نواسی ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کے سینہ کو نور قرآن کریم سے منور کرے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم مظفر احمد درانی صاحب وکالت تصنیف ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

محترمہ شہناز بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد لطیف صاحب قلعہ کالروالہ ضلع سیالکوٹ ذیابیطس، گردے اور جگر کی شدید بیماری میں مبتلا ہیں۔ اور میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ احباب سے ان کی کامل اور جلد شفایابی کیلئے درخواست دعا ہے۔

مکرم عبدالقدیر صاحب گلشن پارک مغلپورہ لاہور تحریر کرتے ہیں۔

میرے والد مکرم عبدالمجید صاحب گلشن پارک مغلپورہ لاہور ڈینگی بخار میں مبتلا ہیں۔ نمونیا بھی ہو گیا ہے۔ اور سروسز ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ احباب کرام سے ان کی مکمل صحت یابی اور درازی عمر کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم چوہدری عبدالستار صاحب سابق محافظ خزانہ۔ دارالانوار ربوہ تحریر کرتے ہیں کہ خاکسار سولہ سال قبل بیت المہدی میں ہونے والے بم دھماکہ میں شدید زخمی ہوا تھا۔ صحت بدستور علیل ہے۔ میری بیوی کافی عرصہ سے بلڈ پریشر کے عارضہ سے بیمار ہے۔ میرا بیٹا عبدالودود آسٹریلیا میں کمر درد کی وجہ سے بیمار ہے۔ احباب سے تمام بیماروں کی کاملشفایابی کیلئے درخواست دعا ہے۔

ولادت

مکرم لقمان بشیر صاحب ولد مکرم محمد بشیر صاحب مرحوم دارالعلوم غربی حلقہ صادق ربوہ کارکن دفتر روزنامہ الفضل تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ 29/اکتوبر 2011ء کو پہلی بیٹی عطا فرمائی ہے۔ حضور انور نے بچی کا نام جاذبہ لقمان عطا فرمایا ہے اور وقف نو کی بابرکت تحریک میں شمولیت کی منظوری بھی عطا فرمائی ہے۔ بچی حضرت محمد دین صاحب آف اونچا مانگٹ رفیق مسیح موعود کی نسل سے اور مکرم شریف احمد صاحب گجر آف رلیو کے سیالکوٹ کی نواسی ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک خادمہ دین اور والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم منور احمد صاحب بجہ کارکن دفتر روزنامہ الفضل تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی والدہ محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری بشیر احمد بجہ صاحب کو برین ہیمبرج اور دائیں طرف فالج ہوا ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

مکرم مرزا نصیر احمد صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ حلقہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کے بیٹے مکرم مرزا نسیم احمد برلاس صاحب سابق سیکرٹری امانت تربیت حلقہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور 28 مئی 2010ء کے سانحہ میں دارالذکر میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ مورخہ 12 نومبر 2011ء کو چوتھی مرتبہ ان کا انتڑیوں کا آپریشن ایک مقامی ہسپتال میں ہوا ہے جو کامیاب ہوا ہے۔ احباب جماعت سے شفاء کاملہ وعاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم علیم الدین قمر صاحب (ر) ٹیچر دارالعلوم شرقی ہادی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بیٹے تقی الدین احمد کو دس بارہ روز سے بخار ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفاء کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

مکرم عثمان احمد مبشر صاحب تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی والدہ مکرمہ امۃ الرفیق صاحبہ زوجہ مکرم محمد ساجد مبشر صاحب عرصہ ڈیڑھ سال سے گردوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں اور ہفتہ میں 2 دفعہ ڈائیلائسز ہوتے ہیں اور اب چند ماہ سے پھیپھڑوں کی تکلیف بھی ہے۔ لاہور کے ہسپتال میں پھیپھڑوں کا آپریشن متوقع ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے اور اپنا فضل فرمائے۔ آمین

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری لندن تحریر کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8 نومبر 2011ء کو بمقام بیت فضل لندن بوقت 11 بجے صبح درج ذیل افراد کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

مکرمہ تنزیلہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر رشید احمد صاحب آف سٹن یو کے مورخہ 4 نومبر 2011ء کو 30 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ ایک سال سے بعارضہ کینسر بیمار تھیں اور بڑے صبر سے بیماری کا مقابلہ کرتی رہیں۔ آپ حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کی پڑنواسی اور مکرمہ سلمیٰ احمد صاحبہ (شعبہ سمعی بصری) کی بیٹی تھیں۔ آپ نے ایم ٹی اے اور شعبہ وقف نو میں خدمت کی توفیق پائی۔ انتہائی نیک، ملنسار اور سلسلہ کا درد رکھنے والی مخلص خاتون تھیں۔ پسماندگان میں والدین اور میاں کے علاوہ دو بیٹے بعمر 6 سال و 4 سال یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

مکرمہ طاہرہ رشید صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری رشید ناصر صاحب آف ہمبرگ مورخہ 5 نومبر 2011ء کو 56 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ آپ نے لجنہ اماء اللہ ہمبرگ میں سیکرٹری مال اور سیکرٹری ناصرات کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ مرحومہ نیک اور مخلص خاتون تھیں اور چندوں میں بڑی باقاعدہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم چوہدری رشید محمود کاہلوں صاحب صدر جماعت حلقہ سبزہ زار لاہور تحریر کرتے ہیں۔

میری پوتی صوفیہ عامر بنت مکرم ڈاکٹر عامر محمود کاہلوں صاحب میڈرڈ سپین کو بہت تیز بخار ہے۔ ہسپتال میں داخل ہے۔ بار بار بیہوشی ہو جاتی ہے۔ جسم سارا سوج گیا ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد شفایابی عطا کرے اور جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

عشرہ وقف جدید

(25نومبر تا4دسمبر 2011ء)

❁ امراء صدر صاحبان، سیکرٹریان مال و وقف جدید سے گزارش ہے کہ وقف جدید کے مالی سال کے اختتام کے پیش نظر وقف جدید انجمن احمدیہ کی طرف سے 25نومبر تا4دسمبر 2011ء عشرہ وقف جدید منایا جا رہا ہے۔اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ

☆ عشرہ وقف جدید جمعۃ المبارک سے شروع ہوگا اس لئے 25نومبر کا خطبہ جمعہ وقف جدید کے اغراض ومقاصد اور اہمیت پر دیا جائے۔

☆خلفائے کرام سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات کی روشنی میں احباب جماعت پر وقف جدید کی اہمیت واضح کریں۔

☆ یہ تسلی کرلیں کہ جماعت کے جملہ افراد بڑے اور بچے، مرد اور عورتیں تمام کے تمام مالی وسعت کے مطابق وقف جدید کے مالی جہاد میں شامل ہوں۔

☆ایسے احباب جنہوں نے وقف جدید کے وعدے کئے تھے مگر ادائیگی نہیں فرما سکے ان کو ادائیگی کی تحریک کریں۔

☆ ایسے احباب جن کی طرف سے نہ وعدہ ہے اور نہ ادائیگی ہوئی ہے ان سے حسب استطاعت وصولی کی جائے۔

☆ وقف جدید کا ایک اہم کام علاقہ نگر پارکر میں تعلیم وتربیت اور خدمت خلق ہے۔اس مد کا نام 'امداد مراکز نگر پارکر' ہے۔ احباب اس مد میں حسب توفیق ضرور شامل ہوں۔

☆ احباب اپنے بزرگان اور مرحومین کی طرف سے وقف جدید میں حسب استطاعت ادائیگی فرمائیں۔

☆ کوشش فرمائیں کہ عشرہ میں وصولی ٹارگٹ کے مطابق سو فیصد ہو جائے۔

☆وصول شدہ رقوم فوری بھجوانے کا انتظام فرمائیں۔

☆ احباب جماعت کو تحریک کریں کہ اپنے وعدے سے کچھ نہ کچھ زائد ادائیگی فرمائیں۔

☆احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ وقف جدید کے جملہ مقاصد پورے فرمائے اور اپنے فضل خاص سے مالی سال برکتوں کے ساتھ اختتام پذیر فرمائے اور جملہ مجاہدین کو غیر معمولی برکتوں سے نوازے۔ آمین

(ناظم مال وقف جدید)

❁❁❁❁❁❁❁❁

ماہر امراض جلد کی آمد

مکرم ڈاکٹر عبدالرفیق سمیع صاحب ماہر امراض جلد مورخہ 20نومبر 2011ء کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں مریضوں کے معائنہ کیلئے تشریف لائیں گے۔ضرورت منداحباب وخواتین ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمات سے استفادہ کیلئے ہسپتال تشریف لائیں اور شعبہ پرچی روم سے قبل از وقت اپنی رجسٹریشن کروالیں۔مزید معلومات کیلئے استقبالیہ ہسپتال سے رابطہ فرمائیں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

ضرورت سیکیورٹی گارڈز

فضل عمر ہسپتال ربوہ میں سیکیورٹی گارڈز کی فوری ضرورت ہے۔ خواہشمند حضرات اپنی درخواستیں صدر صاحب حلقہ / امیر صاحب جماعت کی تصدیق سے بنام ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ جلد روانہ کریں۔ ریٹائرڈ فوجی اور اسلحہ کا لائسنس رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ درخواست دہندہ کی عمر 45سال سے زائد نہ ہو تعلیم میٹرک ہو۔ درخواست پر فوری رابطہ کیلئے فون نمبر ضرور لکھیں۔ مزید معلومات کیلئے ایڈمنسٹریشن آفس سے رابطہ 047-6215646 پر کر سکتے ہیں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

درخواست دعا

❁ مکرمہ عائشہ بشارت صاحبہ اہلیہ مکرم بشارت نوید صاحب مربی سلسلہ ماریشس تحریر کرتی ہیں۔

میرے والد محترم چوہدری نصیر حیدر بسرا صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ بعارضہ قلب بیمار ہیں۔دل کے چار والو بند تھے۔ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں انجیو پلاسٹی کے بعد گھر آ گئے ہیں۔احباب سے کامل شفایابی کیلئے اور پیچیدگیوں سے محفوظ رہنے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

اعلان دارالقضاء

(مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب ترکہ مکرمہ امۃ اللہ نذیر صاحبہ)

❁ مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب نے درخواست دی ہے کہ میری اہلیہ محترمہ امۃ اللہ نذیر صاحبہ وفات پا چکی ہیں ان کے نام قطعات نمبر 11/43 برقبہ 10مرلہ اور 12/43 برقبہ 10مرلہ میں سے اڑھائی مرلہ محلہ دارالرحمت ربوہ بطور مقاطعہ گیر منتقل کردہ ہے۔ لہٰذا قطعہ نمبر 11/43 برقبہ 10مرلہ خاکسار کے بیٹوں مکرم مظفر احمد صاحب اور مکرم خواجہ مبشر احمد صاحب کے نام بحصص برابر منتقل کیا جائے نیز قطعہ نمبر 12/43 برقبہ اڑھائی مرلہ خاکسار کے بیٹے مکرم خواجہ مبشر احمد صاحب کے نام منتقل کر دیا جائے۔ جملہ ورثاء کو اس پر اعتراض نہ ہے۔

تفصیل ورثاء

1۔مکرم خواجہ نذیر احمد صاحب (خاوند)
2۔مکرم مظفر احمد صاحب (بیٹا)
3۔مکرم خواجہ مبشر احمد صاحب (بیٹا)

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی وارث یا غیر وارث کو اس منتقلی پر اگر کوئی اعتراض ہو تو وہ تیس یوم کے اندر اندر دفتر ہذا کو تحریراً مطلع کر کے ممنون فرمائیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

ربوہ میں طلوع وغروب 16۔نومبر

طلوع فجر	5:09
طلوع آفتاب	6:35
زوال آفتاب	11:53
غروب آفتاب	5:11

روشن کاجل
آنکھوں کی حفاظت اور خوبصورتی کیلئے
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
Ph:047-6212434

مکان برائے فروخت
رقبہ 13مرلے فرنٹ 54½ فٹ تین کمرے باتھ کچن برآمدہ گیس بجلی پانی کی سہولت
دارالعلوم غربی صادق ربوہ: 0333-9791530

پلاٹ برائے فروخت
ایک عدد کارنر پلاٹ برقبہ دس مرلے واقع طاہر آباد جنوبی نزد بیت بہادر شیر برائے فروخت ہے۔
رابطہ: 0333-9795357,0300-7701801

FR-10